البــــدع ومضـــارها

بدعت کی پہچان

اور

اس کی تباہ کاریاں

إعداد

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

ناشر:

مكتب توعية الجاليات بالأحساء

ص ب 2022 الهفوف۔ الأحساء 31982

مملکت سعودی عرب

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

دین اسلام فطرت انسانی سے ہم آہنگ، کارزار حیات کے جملہ پہلوؤں کوشامل، مراحل زندگی کی تمام ضروریات کے لئے کامل اور خالق عالم کا پسندیدہ اورمقبول ومحبوب دین ہے۔صرف یہی رب کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے باریاب اورنجات وفلاح کا واحد راستہ ہے۔ اللہ کے تمام انبیاء ورسل کا یہی دین تھا۔جن کے سلسلہ کی آخری کڑی محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔مگر جس طرح انبیاء سابقین کی امتوں میں بگاڑ آیا، ان کی شریعتوں میں حذف واضافے ہوئے، بدعتیں ایجاد ہوئیں،اسی طرح اس امت میں بھی رسول اللہﷺ کی پیش گوئی کے مطابق ہونا تھا۔چنانچہ ہوا بھی،لیکن چونکہ یہ شریعت قیامت تک کے لئے آخری شریعت ہے،اورخود اللہ تعالی اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے،اس لئے یہ شریعت مٹ نہیں سکتی

اور نہ ہی حق و باطل گڈ مڈ ہو سکتے ہیں ۔ ہاں! بدعتیں پیدا ہوتی رہیں گی اور اہل علم اس کی وضاحت اور تردید کرتے رہیں گے، نیز شریعت کے روئے تاباں پر پڑنے والے ہر گرد و غبار کو صاف کرتے رہیں گے۔

بدعت جب پیدا ہوتی ہے، پروان پاتی اور پھلتی پھولتی ہے تو اس کی تباہ کاریوں کی زد سے فرد محفوظ رہتا ہے، نہ دین اور سماج۔ ہر جانب اس کے جراثیم اپنی ہلاکت آفرینیوں کے ساتھ پھیل جاتے ہیں اور اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو تباہ کر کے دم لیتے ہیں ۔اسی ضرورت کے پیش نظر، صراط مستقیم کی شناخت اور باطل کی پُر خطر پگڈنڈیوں سے بچاؤ کی خاطر زیر نظر کتابچہ ترتیب دیا گیا ہے ۔اس کا موضوع اور مضمون اس کے نام ''بدعت کی پہچان اور اس کی تباہ کاریاں'' سے ظاہر ہے۔

بدعت کے تعلق سے یہ ایک اصولی، اساسی اور منہجی تحریر ہے جو مختصر ہونے کے باوجود اردو داں طبقہ کے لئے ایک بیش قیمت اور گراں قدر تحفہ ہے ۔ ان شاء اللہ یہ کتابچہ سنت و بدعت کی تمیز کے لئے ایک میزان اور معیار ہوگا۔

اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۹ء میں دار الاستقامۃ سے شائع ہوا اور

الحمدللہ اس کی افادیت محسوس کی گئی۔ پھر دوسرا ایڈیشن قابل قدر تبدیلیوں اور اضافے کے بعد مملکت سعودی عرب کے مشہور اسلامی دعوتی مرکز أحساء اسلامک سینٹر نے شائع کیا۔ وفقه الله تعالى لكل ما يحبه ويرضاه۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اسے ہر خاص وعام کیلئے نافع بنائے۔ اس کے مرتب اور اس کی نشر واشاعت میں معاون ہر فرد کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

دعاگو

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔ اٹوا بازار۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی

۲۰۰۵ء

باب اول: بدعت کی پہچان

بدعت کیا ہے؟

لغوی اعتبار سے بدعت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی مثال سابق کے بغیر ایجاد کی گئی ہو، خواہ وہ محمود ہو یا مذموم۔

شرعی اعتبار سے بدعت دین میں ایجاد کردہ ہر اس طریقہ کا نام ہے جو شریعت کے مقابل ہو اور اس پر چلنے سے اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ:

۱۔ بدعت ''دین'' میں ایجاد کردہ طریقہ کا نام ہے، دنیاوی ایجادات اس سے خارج ہیں۔ بنا بریں نئی بستیاں بسانا، نئے شہر آباد کرنا، نئے آلات اور نئی مشینوں کی ایجاد وغیرہ بدعت میں داخل نہیں ہیں۔

۲۔ ایجاد کردہ کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔ اگر شریعت میں اس کی کوئی اصل موجود ہے تو وہ بدعت نہ ہوگی اگر چہ

وہ چیز پہلے زمانے میں موجود نہ تھی، جیسے شرعی علوم کی تصنیف وغیرہ، جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲)

۳۔ شریعت کے مقابل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر شرعی طریقہ جیسا معلوم ہو مگر حد بندیوں، متعین ہیئت و کیفیت اور اوقات و ایام کے التزام وغیرہ جیسے متعدد وجوہ سے شریعت سے ٹکرائے مثلاً:

☆ کوئی اس بات کی نذر مانے کہ وہ نہیں بیٹھے گا بلکہ کھڑے ہو کر صوم (روزہ) رکھے گا یا دھوپ میں رہ کر صوم رکھے گا اور چھاؤں میں نہیں جائے گا یا صرف فلاں قسم کا ہی لباس پہنے گا اور فلاں قسم کا ہی کھانا کھائے گا۔

☆ یا جیسے جمع ہو کر بیک آواز ذکر کرنا اور نبی ﷺ کے یوم ولادت کی عید منانا وغیرہ۔

☆ یا جیسے تعیین کی شرعی دلیل کے بغیر معین عبادات کا معین اوقات میں التزام کرنا جیسے پندرہویں شعبان کا صیام اور اس شب کا قیام وغیرہ۔

۴۔ اس پر چل کر عبادت میں مبالغہ مقصود ہو، اگر یہ مقصود نہ ہو تو وہ چیز عادات میں داخل ہوگی اور بدعت میں اس کا شمار نہیں ہوگا۔

بدعات مذمومہ کا خلاصہ

۱۔ ہر وہ قول وفعل واعتقاد جو سنت کے معارض ومخالف ہو۔

۲۔ ہر وہ کام جو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کیا جائے حالانکہ شریعت نے اس سے منع کیا ہو۔

۳۔ ہر وہ عقیدہ جس کی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔

۴۔ ہر وہ عبادت جس کی کیفیت صرف کسی ضعیف یا موضوع روایت میں پائی جاتی ہو۔

۵۔ ہر وہ عبادت جسے شریعت نے مطلق رکھا ہو مگر لوگوں نے اس پر قیود مثلاً زمان ومکان یا ہیئت وعدد کا اضافہ کر دیا ہو۔

۶۔ ہر وہ کام جو شرعی دلیل ہی سے ثابت ہوسکتا ہو مگر اس کی شرعی دلیل موجود نہ ہو، البتہ عمل صحابہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

۷۔ بعض علماء خصوصا متأخرین نے جن اعمال کو بلا دلیل مستحب قرار دیا ہے۔

۸۔ عبادت میں غلو

(ملاحظہ ہو أحکام الجنائز للألبانی ص۱۴۲)

بدعت کی مذمت قرآن مجید میں

۱۔قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿اَلۡیَوۡمَ أَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِيۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الإِسۡلاَمَ دِیۡناً﴾ المائدہ/۳

[آج میں نے تمھارے لئے تمھارے دین کو کامل کردیا، اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا، اور تمھارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا]

یہ آیت بتلاتی ہے کہ شریعت مکمل ہوچکی ہے۔اس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔مگر بدعتی اپنے قول وعمل سے گویا یہ ظاہر کرتا ہے کہ شریعت ناقص ہے، اور اس میں کچھ حذف واضافہ کی ضرورت ہے، اور یقیناً ایسا عقیدہ رکھنے والا صراط مستقیم سے منحرف ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور یہ سمجھا کہ وہ بدعت حسنہ ہے، تو گویا اس کا زعم یہ ہے کہ محمد ﷺ نے شریعت پہنچانے میں خیانت کی ہے، کیونکہ اللہ تعالی ﴿اَلۡیَوۡمَ أَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُم....﴾ فرماچکا ہے، لہذا جو چیز آپ کے زمانے میں دین نہ

تھی، وہ آج دین نہیں ہوسکتی۔(اعتصام ۱/۴۹)

۲۔فرمان باری ہے:

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَالِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ انعام/۱۵۳

[اور یہ(دین) میرا سیدھا راستہ ہے، سو اس دین پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم تقوی اختیار کرو]

یہاں صراط مستقیم سے سنت کی راہ مراد ہے، اور جن دیگر راہوں سے روکا گیا ہے وہ بدعت کے راستے ہیں۔ گناہ اور معصیت کے راستے یہاں مراد نہیں ہوسکتے، کیونکہ عبادت وتقرب کی خاطر کوئی شخص معصیت کو مستقل راستہ نہیں بناتا۔

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت میں سُبُل سے مراد بدعات وشبہات ہیں۔(تفسیر طبری ۲۲۹/۱۲)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اپنے ہاتھ سے ایک سیدھی لکیر کھینچی، پھر فرمایا: یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ پھر آپ نے اس کے دائیں اور بائیں چند لکیریں کھینچیں، اور فرمایا: یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا اس کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلاَ تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ﴾

(مسند احمد ۱/۴۶۵، مستدرک حاکم ۲/۲۳۹، صحیح ووافقہ الذہبی)

۳۔ ارشاد مولی ہے:

﴿وَعَلَىٰ اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَّلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِيْنَ﴾ نحل/۹

[درمیانی راہ اللہ تعالی کی طرف پہنچنے والی ہے اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا]

''جَائِر'' (ٹیڑھی راہوں) سے مراد بدعات ومعاصی اور ضلالت کے منحرف راستے ہیں۔

۴۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهُ إِلَّا اللّٰهُ﴾ آل عمران/۷

[وہی اللہ تعالی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری، جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا]۔

اس آیت کی تفسیر صحیح بخاری (۴۲/۶) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی پھر کہا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ کے پیچھے لگتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالی نے نام لیا ہے لہذا ان سے ہوشیار رہو۔

خوارج جو اہل بدعت کا اولین گروہ ہے، اس کے بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ محکم پر ایمان رکھتے اور متشابہ میں گمراہ

ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس کی تاویل اللہ تعالی کے سوا کسی کو معلوم نہیں، اور پختہ ومضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ (الشریعہ/۲۷)

تمام اہل بدعت کی علامت یہی ہے کہ وہ متشابہ سے تمسک کرتے اور محکم کو ترک کرتے ہیں کیونکہ ان کے دل میں کجی ہوتی ہے۔

بدعت کی مذمت حدیث پاک میں

۱۔عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صلاۃ فجر پڑھائی، پھر ہم کو ایک بلیغ نصیحت فرمائی جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل دہل گئے ۔کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول ! گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے لہذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے ۔آپ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کے تقوی اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارا اختلاف دیکھے گا، لہذا تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اسے مضبوطی کے ساتھ تھام لو، اسے دانتوں سے مضبوط جکڑ لو، اور اپنے آپ کو نئی ایجاد شدہ چیزوں سے بچاؤ، اس لئے کہ ہر ایجاد شدہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(مسند احمد ۴/ ۱۲۷، ابوداود ۵/ ۱۳-۱۵، ترمذی ۴/ ۱۴۹-۱۵۰)

۲۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو فرماتے:

أَمَّـا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ

مُحَمَّدٍ ، وَشَرَّ الأمُورِ مُحدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ۔

(مسلم ۲/۵۹۲)

[أما بعد، یقیناً سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے۔سب سے بہتر طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔سب سے بری چیز اس میں ایجاد کی ہوئی چیزیں ہیں۔اور ہر بدعت گمراہی ہے]۔

۳۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

(بخاری ۹/۱۳۲،مسلم ۳/۱۳۴۴)

[جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود اور نا قابل قبول ہے]۔

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

(مسلم ۳/۱۳۴۴)

[جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پہ ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے]۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: یہ حدیث

اسلام کا ایک عظیم قاعدہ ہے، یہ نبی ﷺ کے جامع کلمات میں سے ایک ہے۔ یہ ہرطرح کی بدعت اور خودساختہ امور کی تردید میں صریح ہے۔ دوسری روایت میں مفہوم کی زیادتی ہے، اور وہ یہ کہ بعض پہلے سے ایجاد شدہ بدعتوں کو کرنے والے کے خلاف اگر پہلی روایت بطور حجت پیش کی جائے تو وہ بطور عناد کہے گا کہ میں نے تو کچھ ایجاد نہیں کیا، لہذا اس کے خلاف دوسری روایت حجت ہوگی، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہرنئی چیز مردود ہے، خواہ کرنے والے نے اسے ازخود ایجاد کیا ہو یا اس سے پہلے اسے کوئی ایجاد کرچکا ہو۔ (شرح مسلم للنووی ۱۲/۱۶)

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اسلام کے اصولوں میں سے ایک اصل عظیم ہے۔ جس طرح إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ والی حدیث اعمال کے باطن کو پرکھنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح یہ حدیث اعمال کے ظاہر کو پرکھنے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ہر وہ عمل جس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو عامل کے لئے اس کا کوئی ثواب نہیں، اسی طرح ہر وہ عمل جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق نہیں اس کے عامل کے منہ پر ماردیا جائے گا۔ اور جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف

کوئی چیز ایجاد کی اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔(جامع العلوم والحکم)

۴۔ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي

(بخاری ۲/۷، مسلم ۱۰۲/۲)

[جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں]

مذکورہ آیات واحادیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔بدعت کی مذمت میں وارد نصوص عام ہیں۔ان میں کسی قسم کی تقسیم اور تفریق نہیں۔یعنی ہر بدعت گمراہی ہے،کوئی بدعت حسنہ نہیں ہوتی۔

۲۔بدعت صرف مذموم ہوتی ہے گرچہ بدعتی اسے مستحسن سمجھے۔

۳۔بدعت ہر اس عمل کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد دین میں ایجاد کیا گیا ہو،اور خاص وعام کسی بھی طریق سے شریعت میں اس کی دلیل موجود نہ ہو۔

بدعتوں سے صحابۂ کرام کی نفرت

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کتاب وسنت پر عمل کے حریص تھے۔ بدعت واہل بدعت سے انتہائی بغض ونفرت رکھتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا: ''میں صرف متبع ہوں بدعتی نہیں ہوں۔''

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم اتباع کرو، بدعت کا کام مت کرو، تمھارے لئے اتباع ہی کافی ہے۔''

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کا تقوی اور استقامت لازم پکڑو۔اتباع کرو، بدعت کا کام مت کرو۔''

(مذکورہ تمام روایات سنن دارمی سے منقول ہیں۔)

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جوعبادت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کی اسے تم مت کرو، پہلے لوگوں نے بعد والوں کے لئے نئی بات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہنے دی ہے۔(ابوداود)

بدعت کے تعلق سے سنن دارمی (۱/۶۱) کا ایک بڑا عبرت آموز واقعہ ہے جسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ (حدیث نمبر ۲۰۰۵) میں ذکر کیا ہے۔ہم اس کا خلاصہ یہاں ذکر کرتے ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں کچھ لوگوں کو صلاۃ کے انتظار میں دیکھا ، وہ حلقہ بنا کر بیٹھے تھے اوران کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں ۔ان میں سے ایک کہتا: سو بار لا إلـه إلا الله پڑھوتو وہ سو بار لا إله إلا الـلــه پڑھتے ، پھر وہ کہتا سو بار تسبیح پڑھوتو وہ سو بار تسبیح پڑھتے ۔ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ بات نئی اور منکر معلوم ہوئی ۔ انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا ۔آپ ان کے پاس گئے ،اوران سے دریافت کیا کہ یہ کیا کرر ہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم کنکریوں کے ذریعہ تسبیح وتہلیل اور تکبیر کا ورد کرر ہے ہیں ۔آپ نے فرمایا: اپنے گناہوں کو شمار کرو، میں ضمانت لیتا ہوں کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی ۔ افسوس ! اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھاری ہلاکت کتنی جلد ہے، صحابۂ کرام ابھی تمھارے درمیان موجود ہیں ، تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوئے ، آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے ۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یا تو تم ملت محمدیہ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا پھر ضلالت کا دروازہ کھول رہے ہو۔ان لوگوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن ! ہم نے محض خیر کے ارادے سے ایسا کیا ۔آپ نے فرمایا: کتنے ہی خیر کے چاہنے

والے خیر کو نہیں پاتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہم کو بتایا ہے کہ ایک قوم قرآن کو پڑھے گی وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم شاید ان میں سے اکثر لوگ تم ہی میں سے ہوں گے۔

بدعتوں کے رواج پانے کے اسباب

۱۔ بدعات کی تردید میں علماء حق کا تساہل اور علماء سوء کی طرف سے قیادت نیز مالی فوائد کے حصول کی خاطر بدعات کی تحسین وتزئین۔

۲۔عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے حکمرانوں کی طرف سے بدعات کی تائید۔

۳۔علم کے بغیر فتوی، تعلیم وارشاد اور دعوت وتبلیغ۔

۴۔سنت سے جہالت یعنی سنت کے مقام ومرتبہ نیز صحیح وضعیف اور مقبول ومردود کی تمیز سے ناواقفیت۔

باب دوم: چند شبہات کا ازالہ

بدعت حسنہ وسیئہ کی تقسیم

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ بدعت حسنہ

۲۔ بدعت سیئہ

ذیل میں ہم ان کے شبہات کا ذکر کریں گے، اور ساتھ ہی ان کا علمی جائزہ لیں گے اوران کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔

پہلا شبہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو تراویح کے لئے جمع کیا تھا اور پھر فرمایا تھا:

(نِعُمَتِ الُبِدُعَةُ هٰذِهِ) یہ کتنی اچھی بدعت ہے!

(بخاری ۵۸/۳)

ازالہ:

عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول شریعت کے اندر بدعت حسنہ کی دلیل نہیں بن سکتا،

کیونکہ یہاں انھوں نے اس کا لغوی مفہوم مراد لیا ہے۔اس لئے کہ یہ عمل ہر اعتبار سے سنت تھا:

☆ خود قیام رمضان سنت ہے۔آپ ﷺ نے اس کی ترغیب فرمائی ہے۔آپ نے فرمایا ہے:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری ۵۸/۳)

[جس نے ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا (تراویح پڑھی) اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے]

☆ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو کئی راتیں باجماعت تراویح پڑھائی، جب لوگوں کی تعداد کافی بڑھ گئی تو آپ اس اندیشہ کی وجہ سے کہ کہیں اسے فرض نہ کردیا جائے لوگوں کی طرف نکلنے سے باز رہے۔ نبی ﷺ کی وفات تک معاملہ اسی پر باقی رہا۔ (ملاحظہ ہو بخاری ۵۸/۳-۵۹)

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی، اور وحی کے بند ہوجانے کی وجہ سے اس کے فرض کردیئے جانے کا اندیشہ ختم ہوگیا، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے اپنے عہد خلافت میں لوگوں کو ایک امام پر جمع کر دیا، اور اس بات پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔

☆ نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ یہ ایک خلیفۂ راشد کی سنت ہے جن کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِي (مسند احمد ۴/۱۲۷، ابوداود ۵/۱۳-۱۵، ترمذی ۴/۱۴۹-۱۵۰)

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسے باجماعت کیوں نہیں ادا کیا گیا؟ تو اس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آخر شب کا قیام اول شب میں امام کے ساتھ اکٹھا پڑھنے سے افضل تھا، لہذا آپ نے اول شب میں ایک امام کے ساتھ پڑھنے پر انھیں جمع نہیں کیا۔

دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ایک تو آپ کی مدت خلافت کافی مختصر تھی، نیز مرتدین و مانعین زکاۃ وغیرہ کے ساتھ معرکہ آرائیوں کی بنا پر آپ کو اس کی فرصت نہ ملی کہ ان امور پر غور کر سکتے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چونکہ سارے فتنے سرد پڑ چکے تھے، اسلامی حکومت مستحکم ہو چکی تھی، اس لئے آپ نے ان

امور پر توجہ دی اور سنت کے احیاء کی فضیلت آپ کو حاصل ہوئی۔

☆ اگر مذکورہ بحث سے اطمینان حاصل نہ ہو تو یہ قاعدہ ذہن نشین کرلیں کہ قول صحابی قول رسول ﷺ کے خلاف حجت اور دلیل نہیں بن سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ [ہر بدعت گمراہی ہے]

حدیث بالکل عام ہے، اس میں کسی قسم کا استثناء نہیں ہے، لہذا اس عموم کے خلاف کسی صحابی کے قول کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا ہے۔

دوسرا شبہ :

بدعت کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کرنے والے دوسری دلیل کے طور پر حدیث ذیل کو پیش کرتے ہیں۔

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَنَّ فِيْ الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِيْ الإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ ذَالِكَ مِنْ

أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔ (صحیح مسلم۲/۷۰۴-۷۰۵)

[جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا خود اسے اس کا اجر ملے گا اور ان تمام لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس کے اوپر اس کا اپنا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جنہوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہ میں کسی قسم کی کمی واقع ہو]۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ حدیث کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ والی حدیث کے عموم کی تخصیص کرتی ہے۔

اس حدیث میں سَنَّ کا لفظ آیا ہے جو اختراع (ایجاد کرنے) اور ابتداع (بلا مثال سابق شروع کرنے) کے ہم معنی ہے، نیز اس کے شروع کرنے کو شارع کے بجائے مکلّف کی طرف منسوب کیا گیا ہے، بالکل اس حدیث کی طرح جس میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْماً إِلَّا كَانَ عَلَىٰ ابْنِ آدَمَ الأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔ (بخاری۹/۱۲۷)

[جونفس بھی ظلماً قتل کیا جائے گا آدم کے پہلے بیٹے پر اس کے
خون کا ایک حصہ (گناہ) جائے گا اس لئے کہ سب سے پہلے
اسی نے قتل کا طریقہ شروع کیا]۔

اس حدیث میں بھی سَنَّ کا لفظ اختر ع یعنی ایجاد کرنے کے معنی میں ہے، کیونکہ قابیل نے ہی قتل کا طریقہ سب سے پہلے شروع کیا ہے، اس سے پہلے قتل کا وجود نہیں تھا۔ اگر حدیث میں یہ کہنا مقصود ہوتا کہ شریعت میں ثابت کسی سنت پر کسی نے عمل شروع کیا تو سَنَّ کے بجائے یوں کہا جاتا: مَنْ عَمِلَ بِسُنَّتِيْ -یا- بِسُنَّةٍ مِّنْ سُنَّتِيْ -یا- مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي [جس کسی نے میری سنت پر عمل کیا یا میری کسی سنت کو زندہ کیا]

ازالہ:

مذکورہ حدیث میں کسی نئے عمل کی ایجاد مراد نہیں ہے بلکہ کسی سنت ثابتہ پر عمل یا کسی سنت متروکہ کا احیاء مراد ہے۔ اس کی وضاحت دو طرح سے ہوگی۔

ا۔ حدیث کی مراد اس کے سبب ورود سے واضح ہوگی۔

چنانچہ پوری حدیث اس طرح ہے:

’’جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دن کے شروع حصہ میں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ کے پاس ایک قوم آئی۔ جو ننگے بدن تھی، دھاری دار اونی چادر اوڑھے ہوئے تھی، تلواریں لٹکائے ہوئے تھی۔ ان میں سے بیشتر بلکہ سب کے سب قبیلہ مضر کے تھے۔ ان کا فقر وفاقہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے، پھر باہر نکلے، پھر بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انھوں نے اذان واقامت کہی، پھر آپ نے صلاۃ پڑھائی، خطبہ دیا اور ان آیات کی تلاوت فرمائی: ﴿ يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ... ﴾ الآية اور ﴿ اِتَّقُوْا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوْا اللّٰهَ ﴾۔ اورفرمایا: لوگ صدقہ دیں اپنے دینار سے، اپنے درہم سے، اپنے کپڑے سے، اپنے ایک صاع گیہوں اور ایک صاع کھجور سے، حتی کہ آپ نے فرمایا: اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک انصاری ایک تھیلی لے کر آئے، جس سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک گیا تھا، پھر لوگوں کا سلسلہ لگ

گیا، یہاں تک کہ میں نے غلے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے،
اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا روئے مبارک کھل اٹھا ہے اور
کندن کی طرح دمک رہا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا:
مَنْ سَنَّ فِيْ الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً۔۔۔۔۔ (مسلم ۲/۷۰۵)

اس حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت حسنہ سے انصاری صحابی والے عمل جیسا عمل مراد ہے۔ کیونکہ جب وہ تھیلی بھر کر لائے تو صدقہ کا دروازہ کھل گیا، اور لوگ یکے بعد دیگرے اپنے صدقات لانے لگے۔ مگر بہر حال اس خیر و بھلائی کے شروعات کی فضیلت انھیں ہی حاصل ہوئی۔ صحابی مذکور کا عمل کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ شریعت سے ثابت ایک عمل تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کو متنبہ کرنے اور انھیں صدقہ پر ابھارنے میں ان کے کردار کا ہاتھ تھا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ سنت حسنہ سے مراد کسی سنت پر عمل کرنا ہے، خصوصاً اس وقت جب لوگ اس سے غافل ہوں یا اسے ترک کر چکے ہوں۔

۲۔ اس حدیث میں سَنَّ کے لفظ کو اختراع و ایجاد کے معنی پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ کسی عمل کا اچھا یا برا ہونا شریعت کی موافقت یا

مخالفت ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔اگر شریعت کے موافق ہے تو سنت حسنہ ورنہ سنت سیئہ۔

سنت سیئہ دو چیزوں پر بولا جاتا ہے:

الف۔گناہ ومعصیت کے کاموں کوشروع کرنا،جیسا کہ قابیل سے متعلق حدیث میں ہے جو پچھلے صفحات میں گذر چکی ہے۔

ب۔دین میں کسی بدعت کوشروع کرنا۔

اگر بالفرض مذکورہ حدیث سے شریعت کے اندر بدعت حسنہ کے وجود پر استدلال کیا جائے تو یہ حدیث ان احادیث سے متعارض ہوگی جس میں بدعت کی عمومی مذمت کی گئی ہے،اور یہ قاعدہ معلوم ہے کہ جب عموم اور تخصیص کے دلائل باہم متعارض ہوتے ہیں تو تخصیص نا قابل قبول ہوتی ہے۔ (الموافقات ۲۳۲/۳)

تیسرا شبہ :

بدعت حسنہ کی دلیل کے طور پر یہ روایت بھی ذکر کی جاتی ہے:

عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ إِعْلَمْ ـ قَالَ مَا أَعْلَمُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : إِنَّهُ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِّنْ

سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئاً وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلَ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئاً ۔ (ترمذی ۱۵۰/۴-۱۵۱)

[بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لو۔ انھوں نے کہا: کیا جان لوں اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ کی جا چکی تھی، تو اس کو اس پر عمل کرنے والے کے برابر اجر ملے گا، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے اجر میں کسی طرح کی کمی ہو۔ اور جس نے کوئی بدعت ضلالت ایجاد کی جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں، تو اس کو اس پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ملے گا، بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع ہو]۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں مطلقاً ہر بدعت کی مذمت نہیں کی گئی ہے بلکہ صرف اسی بدعت کی مذمت کی گئی ہے جو اللہ اور

اس کے رسول کی مرضی کے خلاف ہو اور بدعت ضلالت ہو۔

ازاله:

مذکورہ حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ وہ ضعیف ہے، اس میں ایک راوی کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزنی ہے جو متروک ومجروح ہے اوراس کی روایت نا قابل اعتبار ہے۔

چوتھا شبه :

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ (مسنداحمد۱/۳۷۹)

[جس چیز کومسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے]۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اچھا سمجھنے کی نسبت مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے، دلیل کی طرف نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ بدعت اچھی اور بری دونوں طرح ہوسکتی ہے۔

ازاله:

مذکورہ حدیث ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس

شبہ کے ازالہ کی خاطر پوری حدیث مکمل سیاق کے ساتھ پہلے یہاں ذکر کردیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِفَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ وَابْتَعَثَهُ بِرِسَالِتِهِ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُوْنَ عَلَىٰ دِيْنِهِ فَمَا رَأَىٰ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَّمَا رَأَوْهُ سَيِّئاً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ (مسند احمد ۱/۳۷۹)

[عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے بندوں کے دلوں میں دیکھا، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بندوں کے دلوں میں سب سے بہتر پایا۔ چنانچہ آپ کو اپنے لئے منتخب کرلیا اور آپ کو اپنی رسالت دے کر مبعوث فرمایا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندوں کے دلوں میں دیکھا، تو آپ کے صحابہ کے دلوں کو بندوں کے دلوں میں سب سے بہتر پایا۔ چنانچہ انھیں اپنے نبی

کا وزیر بنایا، جو اللہ کے دین کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ لہذا
جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اور
جسے مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔

یہ حدیث کئی اسباب کی بنا پر بدعت حسنہ کے لئے دلیل نہیں بن سکتی:

۱۔ یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں ہے۔ لہذا اسے مرفوع کے مقابلے میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔ یعنی یہ صحابی کا قول ہے اسے رسول اللہ ﷺ کے قول سے ٹکرانا درست نہیں ہے۔

۲۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ یہ حجت ہے تو اس سے مراد اجماع صحابہ ہوگا۔

۳۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس سے مراد غیر صحابہ ہیں، تو عالم و جاہل تمام مسلمان اس سے مراد نہیں ہوں گے، بلکہ اہل اجماع مقصود ہوں گے۔

اگر کوئی یہ کہتا ہے کے عالم و جاہل تمام مسلمان مراد ہیں تو اس سے دو باطل چیزیں لازم آئیں گی:

اول: یہ درج ذیل حدیث سے متناقض ہوگا۔

سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَىٰ ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةٌ ۔ (ابوداود ۵/۵-۶، مسند احمد ۴/۱۰۲، حاکم ۱/۱۲۸)

[اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے]۔

تناقض کی صورت یہ ہے کہ سابقہ حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان کسی چیز کو اچھا سمجھے تو وہ اچھی چیز ہے۔ یعنی اس کی بات اور اس کا خیال غلط نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو پھر تہتر فرقوں میں تقسیم اور ایک کے سوا سب کے جہنمی ہونے کا کیا مطلب ہوگا!!

دوم: اس کا تقاضہ یہ ہوگا کہ کوئی عمل کسی کے نزدیک حسن ہو اور کسی کے نزدیک قبیح، حالانکہ یہ باطل ہے۔ اور اگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مراد لی جائے کہ جسے عام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے، تو گویا دین میں بدعت ایجاد کرنے کے لئے چور دروازہ کھول دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بدعت حسنہ کے وجود یا جواز پر استدلال کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہے۔

پانچواں شبہ :

سلف صالحین نے کچھ ایسے اعمال انجام دیئے ہیں جن سے متعلق خاص اور صریح نص وارد نہیں ہے۔ جیسے جمع قرآن اور تصنیف علوم وغیرہ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں بدعت حسنہ کا وجود ہے۔

ازالہ :

معلوم ہونا چاہئے کہ وہ چیز بدعت نہیں ہے جس کے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہونے کے بارے میں شرعی دلیل موجود ہو۔

جہاں تک جمع قرآن کا معاملہ ہے تو اگرچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ایسا نہیں کیا، مگر آپ نے قرآن مجید کے لکھنے کا حکم دیا، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَاتَـكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ (صحیح مسلم ۲۲۹۸/۴)

[میری طرف سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو، جس نے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہوا سے مٹا دے]۔

البتہ جہاں تک ایک مصحف میں دو دفتیوں کے درمیان قرآن مجید کے جمع کرنے کی بات ہے تو آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ایسا اس لئے نہیں کیا کیونکہ کچھ آیات یا کچھ سورتوں کے نازل ہونے یا کچھ آیتوں کے منسوخ ہونے کا احتمال تھا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ احتمال ختم

ہوگیا۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ مبارک عمل انجام دیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کردیا اور تمام صحابہ کا اس بات پر اجماع ہوگیا۔ جہاں تک احادیث نبویہ کی تدوین اور علوم شرعیہ کی تصنیف کا سوال ہے تو یہ تبلیغ شریعت کے ضمن میں داخل ہے اور اس کے دلائل واضح اور معلوم ہیں۔

بہر حال سلف کے وہ اعمال جن سے بدعت حسنہ کے وجود پر استدلال کیا گیا ہے، یا تو وہ سنت کے وسیع مفہوم میں شامل اور داخل ہیں، یا تو کسی شرعی کام کی انجام دہی کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں لہذا بدعت نہیں ہیں۔ یہاں پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ اختلاف لفظی ہے، ورنہ تمام معتبر اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ تمام بدعات مذمومہ ضلالت ہیں جن کا خلاصہ بیان ہو چکا ہے۔

باب دوم: بدعت کی تباہ کاریاں

تمہید

بدعت کی تباہ کاریاں اور اس کے نقصانات صرف بدعتی شخص کی ذات تک محدود نہیں رہتے ، بلکہ پورا اسلامی معاشرہ اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے ۔اس سے امت کی وحدت کی دیوار میں نہ صرف شگاف پڑتا ہے بلکہ امت کا شیرازہ منتشر ہوجاتا ہے ۔خود دین بھی اس کی زد سے محفوظ نہیں رہتا ،اس کی شکل وصورت مسخ ہوجاتی ہے ۔

بڑی عجیب اور قابل افسوس بات یہ ہے کہ عوام کو تو جانے دیجئے بعض وہ لوگ جو علم وفضل کی طرف منسوب ہیں اور جنھیں لوگ عالم اور دانشور خیال کرتے ہیں ، وہ لوگ بدعت کی ہولناکیوں کو معمولی بنا کر پیش کرتے ہیں ۔ان کا خیال ہے کہ بدعت کی تردید امت کے اختلاف کو ہوا دیتی ہے اور مختلف فرقوں کو باہم قریب کرنے کے بجائے ان کی آپسی دوری اور نفرت کی خلیج کو مزید وسیع کرتی ہے ۔ایسے لوگ بدعتیوں کو اپنی بدعت پر باقی رہنے اور اس کے پھلنے پھولنے اور برگ وبار لانے کا ذریعہ

اور وسیلہ بنتے ہیں ۔ وہ لوگ اس کے خطرناک نتائج سے آنکھیں بند رکھتے ہیں ۔معلوم نہیں کہ ان کے دل ودماغ میں آخر یہ بات کیوں نہیں گھستی کہ ملت اسلامیہ آج جس زوال وپستی کا شکار ہے اور جس انحلال وہزیمت سے دوچار ہے اس کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمان اسلام خالص کے فہم وتطبیق سے منحرف ہوگئے ہیں اور بدعت میں پڑ کر اپنی تمام کاوشوں کو ضائع کر رہے ہیں ۔

برسبیل تذکرہ ہم صرف ایک بدعت تصوف کی مثال لیتے ہیں ۔ نہایت مختصر انداز میں اس کے نقصانات کچھ اس طرح ہیں :

☆ اس نے مسلمانوں سے جہاد کی روح کو ختم کر دیا ہے ،اس پرفریب دعوے کے ساتھ کہ جہاد نفس کے لئے اپنے آپ کو خالی رکھو۔

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ کہہ کر معطل کر دیا کہ دوسروں کے عیوب پر نظر رکھنے کے بجائے اپنے عیوب پر نظر رکھو۔

☆ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء وصالحین کی محبت اور ان کے حقوق کی رعایت کے نام پر غلو کو خوب پھیلایا اور یہیں سے قبر پرستی کے شرک صریح نے جنم لیا۔

اس طرح تصوف کی بدعت نے دین کے تمام بلند میناروں کومنہدم کر کے اس کی جگہ اپنے کھوکھلے اور ملمع شدہ میناروں کو بلند کر دیا۔

لیجئے ذیل میں ہم نہایت اختصار کے ساتھ بدعت کے آثار ونتائج اوراضرارو مفاسد کا تذکرہ کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم یہ بیان کریں گے کہ خود بدعتی پراس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

بدعتی پر بدعت کے اثرات

ا۔ بدعتی کے عمل کی عدم قبولیت

کسی بھی دینی عمل کی قبولیت دو شرطوں پر موقوف ہے ۔ایک تو اخلاص اور دوسرے اتباع سنت۔ بدعتی چونکہ اپنی بدعت کی بنا پر اتباع سنت سے محروم رہتا ہے اس لئے اس کا عمل قبول نہیں ہوتا۔ عمل قبول نہ ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ فقط بدعت والا عمل مقبول نہ ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس کا کوئی بھی عمل مقبول نہ ہو۔ شریعت کے دلائل دونوں مفہوم کے حق میں موجود ہیں۔

پہلے مفہوم کی تائید رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے :

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

بخاری ۱۳۲/۹، مسلم ۱۳۴۴/۳۔

[جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود اور نا قابل قبول ہے]۔

دوسرے مفہوم کی تائید میں وہ احادیث ہیں جو اس امت کے سب سے پہلے بدعتی گروہ خوارج کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِي يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَ تُكُمْ إِلَىٰ قِرَاءَ تِهِمْ بِشَيْءٍ وَّلَا صَلَاتُكُمْ إِلَىٰ صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَىٰ صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَعَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهِمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (مسلم ۷۴۸/۲)

[میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن اس طرح پڑھیں گے کہ تمھارا پڑھنا ان کے پڑھنے کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگا۔ تمھاری صلاۃ ان کی صلاۃ کے

مقابلے میں کچھ نہ ہوگی ۔تمھارا صوم ان کے صوم کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگا ۔ وہ قرآن پڑھیں گے اور اپنے حق میں مفید گمان کریں گے حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا ۔ ان کی صلاۃ ان کے حلق سے تجاوز نہ کرے گی ۔ وہ اسلام سے اسی طرح نکل جائیں گے جس طرح شکار سے تیر نکل جاتا ہے]۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں ان کی پوری محنت کے باوجود ان کا کوئی عمل مقبول نہ ہوگا ۔

دونوں حدیثوں کو سامنے رکھتے ہوئے بدعتی کے عمل کی عدم قبولیت کے سلسلہ میں صحیح موقف یہ ہے کہ اگر بدعت کفریہ ہے تو کفر کی بنا پر سارے اعمال مردود ہو جائیں گے اور اگر بدعت کفریہ نہیں بلکہ فسقیہ ہے تو صرف وہی عمل غیر مقبول ہوگا جو خود ساختہ ہے ۔

۲۔ بدعتی کی بے توفیقی

ہر بدعتی اپنی بدعت کی بنا پر توفیق الٰہی سے محروم ہوتا ہے ۔ کیونکہ ہدایت ونجات اتباع سنت پر موقوف ہے اور بدعتی ترک سنت کے جرم کا مرتکب ہوکر مستحق سزا ہوتا ہے ۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (آل عمران/۱۰۱)

[جو شخص اللہ تعالی (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلا شبہ اسے راہ راست دکھا دی گئی]

نیز ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ (النور/۶۳)

[سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں کوئی دردناک عذاب نہ پہنچے]

۳۔ اللہ سے دوری

شریعت کے واجبات ومستحبات اللہ سے قربت کا ذریعہ ہیں۔ جس قدر ایک بندہ اطاعت کو بجالاتا اور ممنوعات سے اجتناب کرتا ہے، اسی قدر اللہ سے قریب ہوتا ہے۔ اور جس قدر ان میں کوتاہی برتتا ہے اسی قدر قربت سے محروم ہوتا بلکہ سنت کی مخالفت کی راہ کو اپنا کر اللہ تعالی سے دور

ہوتا جاتا ہے۔خوارج سے متعلق احادیث جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس بات پر شاہد عدل ہیں۔

۴۔دنیا وآخرت کی ذلت

چونکہ حقیقی عزت اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے لئے ہے جیسا کہ فرمان باری ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (منافقون/۸)

[عزت تو صرف اللہ تعالی کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے]۔

لہذا مؤمن جس قدر اپنے دین پر قائم ہوتا اور حدود شریعت پامال کرنے سے بچتا ہے اسی قدر عزت کا مستحق ہوتا ہے۔اس کے برخلاف ایک بدعتی شریعت میں کمی وبیشی کا ارتکاب کرکے اس کے حدود کو پامال کرتا اور دنیا وآخرت کی ذلت کا سزاوار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ

جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيْراً ﴿ (النساء/۱۱۵)

[جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرے اور تمام مؤمنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا، اور دوزخ میں ڈال دیں گے۔ وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے]۔

۵۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بے زاری

بدعت کی ایک نحوست یہ بھی ہے کہ ایسے شخص سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی براءت و بے زاری کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (بخاری ومسلم)

[جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں]

بدعتی سنت سے اعراض کر کے اپنی خواہشات اور شیطان کی تزئین وفریب کا اتباع کرتا ہے لہذا وہ اس وعید میں داخل ہو جاتا ہے۔

۶۔ نا قابل برداشت بوجھ

جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے، اس پر نہ صرف اس کا گناہ پڑتا

ہے بلکہ ان تمام لوگوں کا گناہ بھی پڑتا ہے جو قیامت تک اس پرعمل کریں گے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ (النحل/۲۵)

[یعنی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصہ دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے]

نیز اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ (مسلم۲/۷۰۴-۷۰۵)

[جس نے اسلام کے اندر کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پرخود اس کا گناہ ہوگا اوراس کے بعد اس پرعمل کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ہوگا اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع ہو]۔

۷۔توبہ کی توفیق نہ ملنا

اہل بدعت کوتوبہ کی توفیق بہت کم ملتی ہے، کیونکہ وہ اپنی بدعت کو معصیت نہیں بلکہ اطاعت سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب وہ بدعت کو اطاعت تصور کریں گے تب اس سے توبہ کی ضرورت کیونکر محسوس کریں گے !!۔۔۔۔البتہ جن پر اللہ تعالی رحم وکرم فرماتا ہے وہ لوگ اپنی بدعت کا شعور واحساس کرتے اور اپنے رب کریم کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

بدعتی کی توبہ کا طریقہ

بدعتی کی توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی بدعت کو ترک کرے، علم وعمل اور عقیدہ ومنہج ہر اعتبار سے اتباع سنت کو اپنائے، اور جس بدعت پر تھا اس کی خرابی و برائی کو بیان کرے۔

اللہ تعالی نے حق چھپانے والوں کی توبہ کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ حق کو بیان کریں جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّـذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِيْ الْكِتَابِ أُوْلٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ

اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُوْنَ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَأُوْلٰئِكَ أَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (بقرۃ/۱۵۹-۱۶۰)

[جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کر دیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہوں]۔

بدعتی کا معاملہ حق چھپانے والے سے بدتر ہے کیونکہ بدعتی نہ صرف کتمان حق کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ حق کے خلاف دعوت بھی دیتا ہے۔ لہذا اس کی توبہ کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ یہ جانے کہ اس کا عمل بدعت ہے، پھر وہ سنت کا علم حاصل کرے اور اس کے مطابق عمل کرے، پھر وہ اپنی استطاعت کے مطابق اس بدعت کی خرابیاں لوگوں سے بیان کرے جس پر وہ اس سے قبل عمل پیرا تھا۔

۸۔سوء خاتمہ کا اندیشہ

بدعتی کے بارے میں سوء خاتمہ کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔سوء خاتمہ یہ ہے کہ موت کے وقت انسان کے دل میں شک یا انکار یا اللہ پر اعتراض پیدا ہو جس کی بنا پر وہ اللہ کی ملاقات ناپسند کرے تو اللہ تعالی بھی اس کی ملاقات ناپسند کرے اور پھر بندہ کا خاتمہ ایسی حالت میں ہو جو جہنم میں داخلہ کا سبب بن جائے۔العیاذ باللہ۔

بدعتی کے سوء خاتمہ کا اندیشہ اس وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ موت کے وقت حقائق منکشف ہو جاتے ہیں اور جب اس کی بدعت کی ضلالت اس پر منکشف ہو گی تو ممکن ہے کہ شیطان اس کے دل میں یہ باطل وسوسہ ڈالے کہ اس کا پورا دین ہی باطل پر مبنی تھا چنانچہ وہ شک میں پڑ جائے یا دین حق کا انکار کر بیٹھے اور اس طرح اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو۔

۹۔رسول اللہ ﷺ کے حوض سے بھگایا جانا

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ۔ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ ! فَيُقَالُ : إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا

بَعُدَكَ فَأَقُوْلُ : سُحُقاً سُحُقاً ۔ (صحیح مسلم ۱/۲۱۸)

[سنو! کچھ لوگوں کو میرے حوض سے بھگایا جائے گا جس طرح بھٹکے ہوئے اونٹ کو بھگایا جاتا ہے ۔ میں انھیں آواز دوں گا: سنو، ادھر آؤ۔ تو کہا جائے گا: انھوں نے آپ کے بعد تبدیلی کردی تھی ۔ تو میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو۔ (بھگاؤ، دور کرو)]

دین پر بدعت کے اثرات

گذشتہ سطور میں ان مفاسد کا تذکرہ تھا جن سے خود بدعتی اپنی بدعت کی بنا پر متاثر ہوتا ہے ۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بدعت کے اثرات دین پر کیا ہوتے ہیں ۔

بدعت کی وجہ سے چونکہ دین میں حذف واضافہ اور کتر بیونت ہوتی ہے اس لئے اس کے بہت سارے اثرات دین پر بھی پڑتے ہیں ۔ چند اختصار کے ساتھ پیش ہیں ۔

۱۔ سنتوں کا مردہ ہونا

بدعت سدا اپنے مقابل کی سنت کو ختم کردیتی ہے ۔ جب ایک

بدعت شروع ہوتی ہے تو ایک سنت ضرور مردہ ہوجاتی ہے اور رفتہ رفتہ معروف منکر میں اور منکر معروف میں بدل جاتا ہے۔

حسان بن عطیہ محاربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ إِلاَّ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَمْ يُعِدْهَا إِلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (الدارمی ۱/۴۵۔ وسندہ صحیح)

[جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسی جیسی ایک سنت اٹھالیتا ہے پھر تا قیامت اسے ان تک واپس نہیں لوٹاتا]۔

اسی لئے سلف صالحین نے بہرطور بدعت اور اہل بدعت کی تردید کی، ان کی برائیوں کا راز فاش کیا، لوگوں کو ان کی تعظیم وتوقیر اور صحبت وہم نشینی سے روکا، ان کی طرف سے ہمہ قسم کی اذیت رسانیوں پر صبر کیا اور سنتوں کا اظہار واعلان کرتے رہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ معاملہ صرف بدعتوں کے زندہ ہونے اور سنتوں کے مردہ ہونے کی حد تک باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے بڑھ کر سنت اور اہل سنت سے بغض وعداوت اور ان پر الزام تراشیوں تک

پہنچ جاتا ہے۔

بدعت کے مفاسد کسی حد پر نہیں رکتے ۔ بات یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نئی حد بندیوں ، خودساختہ اصولوں، جدید تراشیدہ قاعدوں اور خواہشات نفس کی بنیاد پر ایجاد کردہ رسموں کی وجہ سے اہل بدعت کا گروہ دین اسلام کے سوا کسی نئے دین کا حامل معلوم ہونے لگتا ہے ۔ ہر بدعتی گروہ کے سیکھنے سکھانے ،قبول وانکاراور دوستی ودشمنی کا جداگانہ معیار ہوتا ہے ۔ ہر معاملہ میں اس کا اپنا طریقہ ،اپنا طرز عمل،اور اپنی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں۔اس کی تمام علامتیں اور جملہ شعارات ایسے ہوتے ہیں گویا وہ کوئی مستقل شریعت ہو۔

۲۔ترک کتاب وسنت

کتاب وسنت جو دین حق کا سرچشمہ ہے اور ہر قسم کا علم نافع اور عمل صالح اسی سے مل سکتا ہے، ہر بدعتی گروہ نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے۔ یا کم ازکم اپنی بدعت کے مخالف نصوص کو ترک کردیا ہے ۔ یا ایسی بے جا تاویل وتردید کا طریقہ اختیار کیا ہے جو تکذیب کے مترادف ہے۔اسی لئے اگر رسول پاک ﷺ بروز قیامت یہ شکوہ کریں گے تو بے جا نہ ہوگا کہ:

﴿يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً﴾

(الفرقان/۳۰)

[اے میرے رب! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا]۔

بدعتوں کی بنا پر مختلف پہلوؤں سے نصوص شرعیہ معطل ومہجور ہیں، جن میں سے چند پہلو حسب ذیل ہیں:

۱۔ کتاب وسنت سے علم وہدایت اور ایمان ویقین تلاش نہ کرنا۔

۲۔ اختلافات کے وقت ان سے فیصلہ لینے نہ جانا اور ان کا فیصلہ پانے پر سر تسلیم خم نہ کرنا۔

۳۔ ان سے دلوں کی بیماریوں (جن کا خلاصہ شبہات وشہوات ہیں) کا علاج حاصل کرنے اور شفا طلب کرنے کی کوشش نہ کرنا۔

یہی وجہ ہے کہ آج بیشتر مسلمان حق وہدایت کی معرفت اور رب کریم کی حقیقی اور سچی عبادت کی دولت سے محروم ہیں۔ انھیں اہل بدعت نے ہدایت کے بجائے ضلالت اور حق کے بجائے باطل پر ڈال دیا ہے۔

سماج پر بدعت کے اثرات

بدعت کے اثرات ہمہ گیر ہوتے ہیں ۔ نہ صرف بدعتی اور دین حق اس سے متاثر ہوتا ہے بلکہ سماج بھی اس کے برے اثرات سے محفوظ نہیں رہتا۔ ذیل میں سماج پراس کے اثرات کا ذکر کیا جا تا ہے۔

ا۔اختلافات اورفرقہ بندی

اختلافات اورفرقہ بندی سے قرآن مجید کی بیشتر آیات میں روکا گیا ہے،اس کے مفاسد کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں ۔

بدعت کی وجہ سے کس طرح اختلافات پیدا ہوتے اورکس طرح فرقہ بندی ہوتی ہے؟ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ہر بدعتی اپنی بدعت کو پھیلانا اور عام کرنا چاہتا ہے،اپنے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ کا خواہش مند ہوتا ہے،اور یہ چیز چونکہ سنت اوراہل سنت کی مخالفت ، ان پر بے جا الزام تراشی اوران سے بغض وعداوت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اس لئے یہ سب کچھ کیا جا تا ہے۔

تاریخ اسلام کا ایک سرسری جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ

مسلمانوں کے اختلافات اور گروہ بندیوں کا سب سے بڑا سبب اہل بدعت رہے ہیں ۔ سب سے پہلے خوارج مسلمانوں سے الگ ہوئے اور پھر بعد کے مبتدعہ انھیں کی روش پر گامزن رہے ۔ بدعتیوں نے صرف اہل سنت کی مخالفت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف معرکہ آرائی کی اورتلوار اٹھانے سے بھی باز نہ رہے ۔ اگر یہ نہ ہوسکا تو امراء وسلاطین اور شاہان وقت کی قربت اختیار کرکے اہل سنت کی اذیت رسانی کے لئے خفیہ تدبیریں اور سازشیں کیں ۔ غرضیکہ مسلمان اہل بدعت کی بنا پر ہمیشہ مبتلائے مصائب رہے ۔ ہم عہد حاضر میں دیکھ رہے ہیں کہ سامراج نے کس طرح تصوف کو پروان چڑھایا تاکہ مسلمانوں کے اندر سے عزت وجہاد کی روح کوختم کیا جاسکے ۔

۲۔آفات ومصائب

بدعت کا ایک برا انجام یہ بھی ہے کہ جب جب لوگ سنت کو چھوڑ کر بدعت کو اپناتے ہیں تو اللہ تعالی انھیں فتنوں میں مبتلا کردیتا ہے ۔ وہ باہم دست وگریباں ہوجاتے ہیں ۔ ان کے دشمن ان پر مسلط ہوجاتے ہیں ۔ فرمان باری ہے :

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَاباً مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعاً وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْض﴾ (انعام/٦٥)

[آپ کہئے کہ وہ اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمھارے اوپر سے بھیج دے یا تمھارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ در گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمھارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے]۔

یہ بلا ہی کیا کم ہے کہ دشمنان اسلام نے اسلامی دعوت اور اسلامی بیداری کی راہ روکنے کے لئے ان بدعتوں کا سہارا لیا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا کر ان کی طاقت کمزور کر دی۔

خاتمہ:

بدعت کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

بدعت کی ہولنا کیوں سے آگاہ ہونے کے بعد ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اس کا مقابلہ کریں، تا کہ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تباہ کاریوں کا خاتمہ کیا جا سکے، یا کم ازکم اس میں تخفیف ضرور کی جا سکے۔

میری ناقص رائے کے مطابق بدعت کے مقابلہ کے لئے حسب ذیل طریقے اپنائے جا سکتے ہیں:

۱۔ بدعت کی حقیقت اور اس کے دنیوی اور اخروی مفاسد اور مسلم معاشرہ کو تباہی سے دوچار کرنے میں اس کے تاریخی کردار کا خود بھی علم رکھا جائے اور دوسروں کو بھی بتلایا جائے۔

۲۔ ہر چھوٹی بڑی بدعت سے اجتناب کیا جائے اور دوسروں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ علمی اور عملی طور پر سنت کی نشر واشاعت کی جائے کیونکہ جب سنت

لوگوں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہے تب ہی بدعات کا ظہور ہوتا ہے۔

۴۔حکمت اور موعظت حسنہ کے ذریعے دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جائے۔جس طرح ایک مخلص ڈاکٹر اپنے مریض کا علاج کرتا ہے ٹھیک اسی طرح کی خیرخواہی کا جذبہ رکھا جائے۔

٦۔اہل بدعت کی کتابیں اور کیسٹیں عوام میں پھیلنے سے روکا جائے تاکہ نادان عوام ان کے شبہات ووساوس کا شکار نہ ہوسکیں۔

۷۔جمعہ کے خطبوں، وعظ کی محفلوں اور دیگر مختلف موقعوں پر اہل بدعت کے زیغ وضلال کی کھل کر نشان دہی کی جائے اور اس کے خلاف علمی وفکری بیداری پیدا کی جائے۔

۸۔مدارس کے نصاب تعلیم میں ایسی کتابیں داخل کی جائیں جن کے ذریعہ طلبہ بدعت اور اہل بدعت کے بارے میں آگاہ ہوسکیں اور یہ جان سکیں کہ ان کے ساتھ ہمارا کیسا رویہ اور کیسا سلوک وبرتاؤ ہونا چاہئے۔